© rasailojaraid.com

کئے جانے کا واقعہ غالباً ۱۷۰۰ قبلِ مسیح میں پیش آیا۔

"حضرت یوسفؑ کے کنوئیں میں پھینکے جانے اور پھر مصر میں فروخت کئے جانے کا واقعہ ۱۹۰۰ قبلِ مسیح کے قریب کے زمانے میں پیش آیا"۔ (دیکھئے ابوالاعلیٰ مودودی: تفہیم القرآن، جلد دوم دہلی، ۱۹۷۵ء، ص ۳۸۱)

اس ضمن میں ایک اہم امر کی نشاندہی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ قرآنِ کریم کے مطابق حضرت یوسفؑ کو (کنعان سے گزرنے والے) ایک قافلہ کے سقہ نے کنوئیں سے نکالا اور پھر اہلِ قافلہ انکو اپنے ہمراہ مصر لے گئے اور وہاں ان کو عزیزِ مصر کے ہاتھ فروخت کردیا (دیکھئے سورۂ یوسف: ۱۹ تا ۲۱) اس کے برعکس اس سلسلے میں بائبل کا بیان الجھا ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی جب ان کو گڑھے میں ڈال کر کھانا کھانے بیٹھے تو دیکھا کہ اسماعیلیوں کا ایک قافلہ جلعاد سے آرہا ہے اور گرم مصالحہ، روغن بلسان وغیرہ لے کر مصر کو جارہا ہے۔ یہوداہ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر ہم اپنے بھائی کو مار ڈالیں اور اس کا خون چھپائیں تو کیا نفع ہوگا۔ آؤ اسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں کہ ہمارا ہاتھ اس پر نہ اٹھے کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور ہمارا خون ہے۔ اس کے بھائیوں نے اس کی بات مان لی۔ پھر وہ مدیانی سوداگر ادھر سے گزرے۔ تب انہوں نے یوسفؑ کو کھینچ کر گڑھے سے باہر نکالا۔ اور اسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیس روپے کے عوض بیچ ڈالا اور وہ لوگ یوسفؑ کو مصر میں لے گئے۔ (دیکھئے کتاب پیدائش ۳۷: ۲۵ تا ۲۸) پھر آگے چل کر بائبل کے مصنفین لکھتے ہیں:۔ ... مدیانیوں نے اسے (یوسفؑ کو) مصر میں فوطیفار کے ہاتھ جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا سردار تھا بیچا۔ (ایضاً ۳۷: ۳۶)

تلمود کا بیان ہے کہ مدین کے سوداگروں نے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر اپنا غلام بنا لیا۔ پھر برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کو ان کے قبضے میں دیکھ کر ان سے جھگڑا کیا۔ آخرکار انہوں نے بیس درہم قیمت ادا کرکے برادرانِ یوسفؑ کو راضی کیا۔ پھر انہوں نے بیس ہی درہم میں یوسفؑ کو اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ دیا اور اسماعیلیوں نے مصر لے جاکر فروخت کیا۔ دوسرے یہ کہ خود مدیانیوں نے حضرت یوسفؑ کو فوطیفار (حاکم مصر) کے ہاتھ بیچا۔

تلمود کے بیان کے مطابق مدیانیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر پہلے تو اپنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلام بنایا پھر انہوں نے بیس درہم ادا کر کے برادران یوسفؑ کو راضی کیا۔ بعد ازاں انہوں نے بیس[۲] ہی درہم میں حضرت یوسفؑ کو اسماعیلیوں کے ہاتھ فروخت کیا اور اسماعیلیوں نے انہیں مصر لے جا کر بیچ دیا۔

ان متضاد بیانات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ بائبل اور اس سلسلے کی دیگر کتب مجموعہ ہائے تحریفات ہیں۔

۴۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "THE FOREIGN VOCABULARY OF THE QURAN" ARTHUR JEFFERY بڑودہ، ۱۹۳۸، ص ۲۶۴۔

۵۔ سید سلیمان ندوی نے بھی اس کو ہندی الاصل قرار دیا ہے۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات ص: ۷۲۔

۶۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: The Foreign Vocabulary of The Quran، ص ۲۴۶

۷۔ سید سلیمان ندوی کے نزدیک بھی یہ ہندی الاصل ہے۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات ص ۷۲۔

۸۔ دیکھئے: The Foreign Vocabulary of The Quran، ص ۱۵۴۔

۹۔ ملاحظہ ہو حوالہ سابق نیز دیکھئے F. Staingas:

A Comprehensive Persian English Dictionary.

دہلی، ۱۹۸۱ (لفظ زنجبیل)

۱۰۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات صفحات ۶۹-۷۲۔

بقیہ تبصرہ

سے کام لیا ہے۔ اور ایک دیانتدار مورخ کی حیثیت سے تاریخی سچائیوں اور صداقتوں کو درج کر دیا ہے۔ جو پڑھنے کے لائق ہے۔ اور نہایت ہی بصیرت افروز ہے۔ مساجد اور اوقاف کی تباہی و بربادی میں کس کا ہاتھ ہے یہ تمام تفصیلات اس میں درج کی گئی ہیں اور دلائل و براہین کے ساتھ کی گئی ہیں۔

مولانا قاسمی کی زبان بہت ہی سادہ و شگفتہ ہے۔ انہوں نے بڑی اچھی زبان میں یہ کتاب لکھی ہے۔ جو ادبی و تاریخی دونوں حیثیت سے بے نظیر و بے مثال ہے۔

امید قوی ہے کہ اس اہم کتاب کو ہر حلقہ میں قبولیت حاصل ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدیم ہندوستانی روایات۔ چند جھلکیاں

اتل کمار بسواس (کمشنر ترہٹ کمشنری مظفرپور، بہار)		ترجمہ و تلخیص مختار احمد مکی، جمشید پور

ترہٹ کمشنری (مظفرپور بہار) کے کمشنر اتل کمار بسواس نے ہندوستان ٹائمس پٹنہ میں ایک طویل مضمون لکھا جو کئی ہفتہ تک مسلسل چھپتا رہا ہے ان مضامین میں انہوں نے ہندو مذہب سے متعلق چند بنیادی سوالات اٹھائے ہیں ۹ اکتوبر ۹۴ء میں چھپے اپنے پہلے مضمون کی سرخی "جہان ناوا قفیت ایک خدائی عطیہ ہے" لگائی۔ اس کے مطابق جانکاری کا نہ ہونا خدائی دین ہے کیونکہ جانکاری حقیقت میں خطرناک ہوتی ہے اور لوگوں کو انقلابی بنادیتا ہے ایک جانکاری آدمی سوچتا ہے غور و فکر کرتا ہے چیزوں کو تولتا اور پرکھتا ہے اور اگر وہ عقل سے پرے ہے تو اس سے انکار کردیتا ہے اور اس کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ ہندوؤں کے ایک مشہور دیوتا شیوا ہیں جس کے عضو تناسل کی پوجا مندروں اور گھروں میں کی جاتی ہے وشنو کے ماننے والے جن کی بڑی تعداد جنوبی ہند میں ہے اپنی اپنی پیشانیوں پر بچپن سے ہی وشنو کے جنسی عضو کی تصویریں نقش کرواتے ہیں لاکھوں کی تعداد میں ایسے منادر ہیں جہاں مرد وعورت کے جنسی عمل کی پوجا شیو لنگم کی شکل میں کی جاتی ہے اس پوجا کے لئے بڑی تعداد میں لوگ اپنے خاندان کے خاتون ممبر یعنی بیوی، بہن، بیٹا بیٹی اور ماں وغیرہ کے ساتھ جاتے ہیں اور مذہبی جذبات اور اندھی تقلید کے تحت پوجا کرتے ہیں۔ موجودہ سینما اور ٹی وی بھی اس پوجا کی نمائش میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ سوال یہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ لنگم اور جنسی وظیفہ کی نمائش اور اس کی پوجا کہاں تک آج کے مہذب سماج کے لئے مناسب ہے خواہ وہ جنسی عضو بھگوان ہی کا کیوں نہ ہو۔

سادھو سنت اور رشی کے اخلاقیات کو لیکر بھی لیسواس نے بحث کی ہے مہابھارت کے ادھیہ ۱۰۸ کے مطابق ایک رشی وبھنڈ ریکا رشی شرینگا کے باپ تھے اور اس کی ماں ایک ہرنی تھی۔ ایسی مثالیں تنہا نہیں ہے بلکہ مہابھارت کے صفحات اس سے بھرے پڑے ہیں پانڈو کو ایک رشی داما نے سراپ دیا تھا کہ وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا ہے گرچہ وہ بدھسٹر ارجن نکل اور سہدیو کا باپ مانا جاتا ہے شراپ کی یہ کہانی مہابھارت کے پہلے ادھیہ میں ہے رشی داما نے ایک ہرنی کے ساتھ جنگل میں جنسی فعل انجام دے دیا تھا۔ پانڈو کے ذریعہ چلائے گئے تیر سے داما کی موت ہوگئی مرنے سے قبل اس نے بد دعا کی کہ جب بھی پانڈو عالم شہوت میں اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو فوراً اس کی موت ہو جائے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ پانڈو کے پانچوں بچے پانڈو کے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے ہیں گرچہ وہ پانڈو کی بیوی سے ہیں لیکن اس پر کوئی سوال نہیں اٹھاتا سوال یہ بھی ہے کہ کیا جانوروں کے ساتھ جنسی افعال جنسی کارکردگی کی دلیل ہے؟ شائدیہی وجہ ہے کہ کھجراہو کے مندر میں جانوروں سے جنسی فعل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مہابھارت میں ایسے بھی بہت سے واقعات ملتے ہیں جن کے مطابق رشی عام لوگوں کے درمیان کھلی جگہ پر عورتوں سے جنسی وظیفہ انجام دیا کرتے تھے ادھیہ ۶۳ کے مطابق رشی پارس ہارا نے ستیہ نی جو کہ ایک ملاح کی لڑکی تھی اس کے ساتھ سرعام یہ کام کیا جس کے نتیجہ میں سنتانو کی پیدائش ہوئی جو کہ کورو اور پانڈو کے جدامجد بھیشم پتامہ کے باپ تھے۔ چندوگیا اپنشد کے مطابق رشیوں کا یہ معمول تھا کہ پوجا کرتے ہوئے بھی اگر کوئی عورت کسی رشی سے جسمانی تعلقات کی خواہاں ہو تو وہ پوجا چھوڑ کر وہیں اسی وقت تمام لوگوں کی موجودگی میں جنسی فعل انجام دیتے اور اسے ایک مذہبی فعل قرار دیا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس قدیم ہندوستان کی تعریف کے گن گاتے ہوئے آج ہم نہیں تھکتے وہ انتہائی تھرتھرا دینے والے واقعات سے بھی بھرے پڑے ہیں۔ برہما نے اپنی بیٹی ست روپا سے شادی کی جس کے نتیجہ میں منو کی پیدائش ہوئی اور منو نے بھی اپنی ماں ست روپا سے شادی کرلی۔ باپ اور بیٹی کے درمیان شادی اور جسمانی تعلقات کی ایک لمبی فہرست ہے۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں مسٹر بسواس نے Devolution سے متعلق سوالات اٹھائے ہیں اور کچھ شاستروں کا حوالہ دیتے ہوئے اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ جانوروں سے جنسی فعل انجام دیں گے ان کو ۱۲ پانا اور دیوی کی مورتیوں کے ساتھ یہ کام کرنے پر ۲۴ پانا جرمانہ دینا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ ارتھ شاستر کے مصنف کو یہ سزا تجویز کرنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ کوئی بھی قانون اس وقت بنتا ہے جب اس کی ضرورت ہو، سوال یہ بھی ہے کہ وہ کون کون دیویوں کی مورتیاں تھیں؟ مزید یہ کہ ان کے ساتھ کہاں اور کس کے ذریعہ بدفعلیاں کی جاتی تھیں؟ اور کیا اس سزا کے خوف سے ہی دیو داسیوں نے مورتی کی جگہ لے لی۔ مورتیوں کے سلسلہ میں درگا کالی، سرسوتی، لکشمی، سپنارہ اور منشیا وغیرہ کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے۔ تفصیل سے بسواس نے ان سے تعلقات کی نوعیت بیان کی ہے۔ کن لوگوں کے ذریعہ یہ بدفعلیاں کی جاتی تھیں اس کا جواب دیتے ہوئے بسواس کا کہنا ہے کہ نچلی ذات کے لوگوں کے لئے مندروں کے دروازے بند تھے، راجہ مہاراجہ، زمیندار مہاجن اور سوداگر وغیرہ ہی مندر میں جایا کرتے تھے لیکن اس بدفعلی کی ان سے توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان لوگوں نے اپنی شردھا سے بڑی تعداد میں زمین زیورات اور دوسرے تحائف دیئے ہیں ان کے دلوں میں اپنی دیوی دیوتاؤں کے لئے بڑا عزت و احترام رہا ہے مزید یہ کہ دن میں یہ لوگ مندروں میں جایا کرتے تھے اور یہ دنیاوی عقلمند لوگ اتنے بیوقوف نہیں تھے کہ اپنا وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان بے جان پتھروں اور مٹی کی مورتیوں پر ضائع کرتے جبکہ انہیں آسانی سے عورتیں حاصل تھیں ان مورتیوں کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری پروہتوں اور برہمن دیوتاؤں کی تھی وہ دن رات کسی بھی وقت بلغیر کسی شک و شبہ کے جا سکتے اور رہ سکتے تھے دور دراز پہاڑی علاقوں پر مندروں کی موجودگی محض اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں مصلحت بھی ہے پکڑے جانے کی صورت میں بڑی آسانی سے ان مالدار پروہتوں کے ذریعہ ۲۴ پانا جرمانہ دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے لیے یہ رقم بہت کم تھی۔ حتیٰ کہ طوائف سے تعلقات قائم کرنے پر ۳ ۵ پانا جرمانہ اور جتنی بار یہ تعلق قائم کیا گیا ہے اس کا ۱۶ گنا جہیز بھی دینا پڑتا ابھ ساشتر کے مطابق اپنے گرو کی بیوی سے زنا کی سزا غیر معمولی طور پر زیادہ تھی عضو تناسل کاٹ لیئے جاتے اس کے بعد موت کی سزا دی جاتی اس وجہ سے صرف ایک ہی مثال ملتی ہے جبکہ اندرا نے اپنے گرو گوتم کی بیوی اہلیہ سے جسمانی تعلقات قائم کئے جبکہ گرو گھر میں نہیں تھے لیکن کوئی سزا نہیں دیئے گئے صرف گرو کا شراپ ملا۔

۲۵, دسمبر کے مضمون میں اتل کمار لبسواس نے بنگال کے کلین برہمن سماج پر روشنی ڈالی ہے اس کا کہنا ہے کہ کلین برہمن کے لئے عورتیں سماجی مرتبہ کی علامت رہی ہیں۔ جس طرح آج کا مالدار طبقہ اپنے گھر کے سامنے بیرونی کاروں کا کارواں رکھتا ہے۔ بنگال کے مصنفین نے عام طور پر اپنی تحریروں میں اسے نظرانداز کیا ہے ایک ڈپٹی مجسٹریٹ بابو چندر داس نے ڈھاکہ انسٹیٹیوٹ میں ۱۸۷۱ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ذاتی طور پر دو کلین برہمن سے واقف ہے ایک کے پاس ساٹھ بیویاں ہیں اور دوسرے کے پاس سو ان لوگوں کے پاس ایک نوٹ بک ہے جس میں بیویوں کے نام اور ان کی ولدیت اور پتہ تحریر ہوتے ہیں۔ جاڑا شروع ہوتے ہی یہ لوگ اپنے نوٹ بک کے حساب سے عیاشی کے دورے پر نکلتے ہیں اور ہر بیوی سے پیسہ وصولتے ہوئے گرمی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ابتداء میں اپنے گاؤں واپس آجاتے ہیں یہ کلین برہمن اکثر بوڑھے بیمار اور موت کے بستر پر ہوتے جن میں انگنت بیویوں کے جسمانی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی تھی یہ بھی اکثر ہوا ہے کہ نوٹ بک یا یادداشت کی غلطی سے غلط جگہ پر پہونچ جایا جائے اور جب صحیح شوہر کچھ دنوں کے بعد وہاں پہونچے تو اس غلطی کا احساس ہوا۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے بھی اپنے ایک ناول نوکا دوبی میں ایسے پلاٹ اور کردار پیش کئے ہیں ۱۸۶۶ء میں حکومت بنگال کی جانب سے ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں ودیا ساگر بھی بحیثیت ایک ممبر تھے۔ اس کے مطابق ایسے بھی واقعات ہیں جبکہ ایک کلین برہمن کی ۲۳ شادی ایک ہی دن ایک ہی وقت میں انجام پائی۔ کلین برہمن گاؤں گاؤں گھومتے رہتے اور اس گاؤں کے مالدار لوگوں کی بیٹیوں سے شادی کرکے دو چار روز رہنے کے بعد دان دکشنا لے کر اور اس کی خانہ پوری اپنے رجسٹر میں کرنے کے بعد دوسرے پڑاؤ کی جانب نکل جاتے اور اس طرح شادی ٹور کا یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ اس طرح کی شادیوں کے نتیجہ میں اس عورت اور سماج کی کیا حالت رہی ہوگی اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۲۷ اپریل ۱۸۵۵ء کے سماچار سودھا پرشن کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک کلین بیٹے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اسے ایک آدمی کا خط ملا ہے کہ اس کی بیوی کو بچہ تولد ہوا اور اس سلسلہ کی ایک تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے جبکہ دو سال سے وہ اپنی اس بیوی کے پاس نہیں گیا ہے تو اس کے کلین باپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے کیونکہ تمہاری پیدائش کی خبر بھی اسی طرح میں نے سنی تھی اور بغیر کسی پریشانی کے اس تقریب میں شامل ہوا تھا۔

۱۵ اور ۲۲ جنوری ۹۵ء کے شمارہ میں مسٹر بسواس نے ہندو سماج میں مروج ستی کے طریقہ سے بحث کی ہے اور اسے ہندوستانی سماج کے نام ایک بدترین دھبہ کا نام دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہندو سماج نے اس گھناؤنے جرم کا کوئی

© rasailojaraid.com